ناول ''دشتِ سُوس'' کا موضوعاتی مطالعہ

محمد فرید*

Abstract

Historical novel writing is not an easy job, one must have grip on facts and style that makes an interesting reading. Jamila Hashmi claimed distinction when she wrote the novel Dashat-Soos. It is a novel about the story of Hussain Bin Mansur Hillaj. This novel was first published in 1983.The story of Hussain Bin Mansur Hillaj of Dasht-e-soos is both fascinating and sad. Hillaj an anxious and curious spirit had some questions unanswered. He wanted to reach to God like where there is no Hijab (veil) left, so he indulges himself into such prayers and meditation that were tough and beyond the capacity of normal human beings. They bring to him such awareness which he could not muster and in mystification said something that took him to the woods and was crucified. In this research article different themes and ideas of this novel are critically analyzed.

Key Words: Historical novel writing, facts, grip, distinction, anxious and curious, veil, prayers and meditation, unanswered, mystification, crucified, Analyzed.

تلخیص

تاریخی ناول نگاری کوئی آسان کام نہیں اس کے لیے تاریخی حقائق و واقعا ت سے آ گاہی اور اسے قارئین سے سندِ قبولیت دلانے کے لیے مہارت درکار ہے۔ جمیلہ ہاشمی نے ''دشتِ سُو س'' تحر یر کر کے اد بی سطح پر انفرا دیت حا صل کرلی۔ حسین بن منصو ر حلا ج

* لیکچرار شعبۂ اُردو، اوپی ایف بوائز کالج ایچ ایٹ فور، اسلام آباد۔

کی زندگی و تعلیما ت پر مبنی یہ نا و ل ۱۹۸۳ء میں منظر عا م پر آ یا۔ د شتِ سُو س کے حسین بن منصو ر کی کہا نی مسحو ر کن بھی ہے اور غمگین بھی۔ حسین کی بے چین اور محققا نہ رو ح کے سا منے کئی سوا لا ت حل طلب تھے۔ وہ حق تک منفر د اندا ز میں پہنچنے کا متمنی تھا جہا ں کو ئی حجا ب با قی نہیں ر ہتا۔ وہ عبا دا ت و مجا ہدا ت کے اس سفر کا را ہی بن گیا جو خو ا ص کے لیے مخصو ص ہے۔ ان تجر با ت نے حسین کے لیے عر فا نِ ذات کے وہ دروا کر دیے جن کی بنیا د پر اس نے ’’ انا الحق‘‘ کا نعر ہ بلند کر دیا کہ جس کی تفہیم عو ام کے لیے نا ممکن تھی اور جس کا انجا م حسین کے دا ر تک لے جا نے کے بعد مُثلہ ہو نے پر ہوا۔ اس ر یسر چ آ رٹیکل میں نا ول ’’د شتِ سُو س‘‘ کے فکر ی مو ضو عات کا تحقیقی و تنقید ی جا ئز ہ پیش کیا گیا ہے۔

کلید ی الفا ظ: تا ر یخی نا ول نگا ری، حقا ئق و واقعا ت، محققا نہ روح، ز ند گی و تعلیمات، عر فا نِ ذا ت، انا الحق، عبا دا ت و مجا ہدا ت، حجاب، مثلہ۔

د شتِ سُوس جمیلہ ہا شمی کا شا ہکا ر ہے۔ یہ تا ریخی نا ول ۱۹۸۳ء میں سا منے آ یا۔ د شتِ سُو س کی بد ولت جمیلہ ہا شمی کا ادبی مقا م اور او نچا ہو گیا۔ یہ نا ول تا ر یخ اسلامی کے عظیم کردار حسین بن منصو ر حلاج کی شخصیت اور افکار پر مبنی ہے۔ اس نا ول میں تاریخ کے المیہ ہیر و کو ادب کا کردار بنا کر نیا اور اچھو تا پن پیدا کر دیا گیا ہے۔ اس ناول میں مو جو د سوا نحی اور دا ستا نوی عنصر، رو حا نی و ذ ہنی اضطرا ب اورما بعدالطبیا تی تجر بات کی صدا قت کی تلا ش اسے اہم نا ولو ں کی فہر ست میں شا مل کر تے ہیں۔

جمیلہ ہاشمی کے ’’دشتِ سُوس‘‘ کے مو ضو عا تی مطا لعے کی تفصیل حسب ذ یل ہے:

ا۔ خود شناسی اور خدا شناسی :

حسین بن منصور حلاج وہ شخصیت ہے کہ جسے معلوم تھا کہ خدا شناسی کی منزل خود شناسی کے راستے سے ہی ممکن ہے۔ ’’جس نے اپنے آپ کوپہچان لیا گویا ا س نے اپنے رب کو پہچان لیا‘‘ کے مصداق اس کی منزل اس کے اندر کی گہرائیوں میں موجود تھی۔عقل کا

فیصلہ ہے کہ جو چیز جہاں گم ہوئی ہو وہیں سے ملتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس کو خدا کی تلاش کرنی ہو اسے اپنی ذات کی گہرائیوں میں غوروفکر کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ خدا فردکے دل کے اندر، فرد کے وجود کے اندر، فرد کے ارادوں کے اندر ہے، فرد کے یقین کا جو سرچشمہ ہے وہ اس کے اندرہوتا ہے۔ اس کے اندر چونکہ تاریکی ہوتی ہے اس لیے کہ ایمان کی روشنی وہاں موجودنہیں ہوتی۔ دل میں ایمان کی مشعل جلا کر ہی فرد خدالم یزل کی تلاش کر سکتا ہے۔حسین کی شخصیت میں سرتاپا ایک گہرا چاؤہے وہ ایک آتش فشاں کی طرح ہے کہ جس میں لاوا ہر وقت ابلتا رہتا ہے لیکن اس کے اندررون کی یہ آگ بھسم کر دینے والی نہیں ہے بلکہ یہ تطہیر کا ایسا وسیلہ ہے کہ جو اسے چھوتا ہے بجائے جلنے کے وہ مطہر اور پاک ہوجاتا ہے وہ تخریبی خاصیت نہیں بلکہ تعمیری خاصیت رکھتی ہے۔حسین ایک ایسی دنیا میں رہتا ہے جو خود اس کی تخلیق کی گئی ہے ۔

حلاج تلاشِ حق میں بے چین تھا اوروہ اس آئینہ کو اب تک تلاش کرنے میں ناکام رہا تھا کہ جس میں وہ اپنا عکس صاف و شفاف دیکھ سکے۔ اس کی ذات کا سفر انوکھا اور کھٹن تھا وہ اپنی سائیکی کے نہاں خانوں میں اترکر روشنی کے اس عظیم منبع کی تلاش میں تھا کہ جواس کے محور کی گھٹاؤں میں مخفی تھا۔ وہ سلوک کی منازل بہت تیزی سے طے کرکے اسم اعظم جاننے کا متمنی تھا وہ'' عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام'' کا قائل تھا:-

اے نور حق مجھ پر ظاہر ہو
اے رب کعبہ مجھ پر منکشف ہوا

حسین ممکنات کی حدود سے نکل کرخالق کائنات کی جستجو پر یقین رکھتا تھا۔اس کی نظر اسرار سے پرے دیکھنے کی متمنی تھی۔ حضرت محمدؐ کے روزہ مبارک پروہ کانپنے لگتااوربے ساختہ کہہ اٹھتا کہ میں کیا ہوں؟ حسین اس حقیقت سے بھی واقف تھا کہ حق تعالیٰ خلق میں پوشیدہ ہے اور وہی ظاہر ہے اورساری نسبتیں اسی سے ہیں اوروہ بھی تو خلق سے تھا تو بھلا رب اس سے دور کیسے ہوسکتا ہے۔حسین ہندی سوداگر کو جو اسے کوئی اوتارسمجھ رہا تھا یہ بتاتا ہے کہ ابھی تو وہ خود تلاش کےعمل سے گزر رہا ہے اور بے خبر ہے۔حسین کےعلم میں یہ

بھی تھا کہ ''**قدعرف نفس قد عرف ربہ**''

''کیا آدمی اپنے نفس کو پہچان سکتا ہے ؟ اور اگر اپنے نفس کونہیں پہنچانتا تو رب کو کیسے پہچانے گا۔''۲

حسین جب غوروفکر کرتا اور رب تعالیٰ کی عبادت و ریاضت میں وقت صرف کرتا تو یہ بھی دیکھتا کہ لوگ کیسے محض حق تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے پاک صاف نیتوں سے اس کے راستے پر چلتے ہیں۔ وہ بھی اپنی ذات میں اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی تڑپ دیکھتا لیکن اس کی طلب، اس کا سوال اور اس کی تمنا شدید تھی گویا عشق حقیقی کی آگ اس کی ذات کے نہاں خانوں میں روشن ہو چکی تھی:

''اے ساربان آہستہ چل کہ میری پسلیوں میں آگ ہے۔ وہ اس سے اسے طلب کرنا چاہتا تھا۔

اس لیے اس کے دل میں آگ نہیں الاؤ تھا۔''۳

۲۔ فرد کا کمٹمنٹ کے لیے استبدادی قوتوں سے ٹکرانا

''دشتِ سُوس'' کے حسین بن منصور حلاج نے فرد کوکمٹمنٹ کے لیے استبدادی قوتوں سے ٹکرا جانے کا ہنرسکھا دیا ہے۔اس نے ثابت کیا ہے کہ خدا کو راضی کرنا نہایت ضروری ہے زمانہ بھلے مخالف ہو اس ذات باری تعالیٰ کی خوشی کو مدنظر رکھ کر حق وسچ کے علم کی بلندی کے لیے مخالف قوتوں سے ٹکرا جانا اور نتائج کی پروا کیے بغیر استقامت سے ڈٹے رہنا ایک مومن کی پہچان ہے۔ راہ حق سے باز رکھنے کے لیے استعماری طاقتوں کی طرف سے دیے گئے بڑے سے بڑے لالچ اور دھمکیوں سے مرعوب ہوئے بغیر صراط مستقیم پر چلتے رہنا ہی اس سفر کی معراج ٹھہرتا ہے۔ حامد بن عباس کی طرف سے حسین کوکنیزوں کی ملکیت کا لالچ دینا، بغداد چھوڑنے کی صورت میں قتل کردینے کی دھمکی دینا، شغب اور حبشی کی فرار میں مدددینے کی پیش کش کو قبول نہ کرنا، حامد کو یہ بتانا کہ وہ صرف سیدھا دیکھنے کا عادی ہے اور قید میں اس کا سجدہ شکر ادا کرنا اور یہ کہنا کہ وہ ایسی سینکڑوں زندگیاں قربان

کر سکتا ہے اور اسے یہ قید از حد عزیز ہے۔فرد کا کمٹمنٹ کے لیے سامراجی طاقتوں سے ٹکرانے کی عمدہ مثالیں ہیں۔ حسین کا عمار سے ہونے والا مکالمہ کہ جس میں حسین کا اس بات کا ادراک کرلینا کہ حامد کی پیاس اس کے خون سے بجھ پائے گی اور خود کو اس کے لیے تیار پانا اپنے ارادہ پرسوفیصد ڈٹے رہنے کوظاہر کرتاہے:

''حسین سلاخوں کے قریب آیا۔ بہت دیر تک وہ قاضی ابوعمر کی طرف دیکھتا رہا اور بہت آہستہ سے اس نے کہا:

نہیں۔۔۔ میں صرف منتظر ہوں۔

کس شے کے کس واقعے کے۔کس روشنی کے'' قاضی نے گھبرا کر پوچھاحامد کی پیاس بجھانے کو۔''(۴)

ڈاکٹرممتاز احمد خان اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

''دشتِ سُوس میں حسین بن منصور حلاج کے تاریخی کردار کی حقیقت پسندانہ عکاسی ناول کی دنیا میں اپنی جگہ بناتا ہے۔ اس ناول میں فرد کااپنے کمٹمنٹ کی خاطر استبدادی قوت سے ٹکرا کر فنا ہو جانے کی تھیم کو کامیابی سے برتا گیا ہے۔''۵

۳۔ نظریہ ء انسان دوستی

''دشتِ سُوس'' کا حسین بن منصور نظریہ انسان دوستی کا پرچار کرتا نظر آتا ہے۔ وہ انسانیت کی عظمت سے بخوبی واقف ہے اورہر ایک سے خلوص و محبت کا رشتہ استوار کرنا چاہتا ہے۔ وہ 'دوستی سب سے اور دشمنی کسی سے بھی نہیں' کا علمبردار نظر آتا ہے۔ اس پر مذہب اور تصوف کی چھاپ بھی نظر آتی ہے۔حسین کے نظریہ انسان دوستی کے بارے میں ڈاکٹر صلاح الدین درویش لکھتے ہیں:

''حسین کا مذہبی نظریہ انسان دوستی۔ انسانی زندگی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ دنیاوی زندگی کے لیے اعلیٰ اخلاقی تعلیم فراہم کرتا ہے اور بندگی کے ذریعے انسان میںدیگر انسانوں کے لیے محبت، خلوص اور قربانی جیسی اعلیٰ صفات کو پیدا کرنے میں مدد دیتا ہے۔''۶

ابویعقوب اقطع کا حسین کو حامد کے غلام عمار سے محتاط رہنے کا مشورہ اور جواب میں

حسین کا یہ کہنا کہ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا جس کی وجہ سے میں اس سے نہ مل سکوں اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ حسین دشمنی یا اختلاف رکھنے کی بجائے دوستی اور تعلق داری کو زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ زندان میں عمار سے ہونے والے مکالمے میں حسین کا حامد کی خوشنودی کی خاطر اپنی جان دے کر اس کی پیاس بجھا دینے کا اظہار اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ حسین انسانیت کی قدر کرتا ہے اوراس کے لیے اپنی جان بھی دینے سے گریز نہیں کرتا۔ حسین کااپنے باپ منصور کو کنیز کے انتظار کا بتانا کہ جس کی زندگی کے لیے اسے حامد کی قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا ہوں گی بھی نظریہ انسان دوستی کا بین ثبوت ہے:

''تم کب روانہ ہو رہے ہو؟ اس نے پوچھا۔

مجھے ایک کنیز کا انتظار ہے جس کی رہائی کے لیے میرا وجود ضروری ہے۔''۷

''دشتِ سُوس'' کے حسین کا یہ فلسفہ ہے کہ خداوند قدوس مخلوق سے محبت کرتا ہے اور وہ انسانوں کو دوسروں سے محبت و دوستی رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ یوں محبت اور دوستی رکھنا رحمٰن کا کام اور دشمنی اورنفرت پھیلانا شیطان کا کام ہے:

> ''روح کوعلم عطا کیا جاتا ہے اور وہ علم صرف خالق عالم عطا کرتا ہے۔ محبت بھی اللہ ہی کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ اس کی نگاہ خدا کی نگاہ۔ اس لیے کہ خدا انہی نگاہوں سے مخلوق کو دیکھتا ہے۔ وہ خود خدائے محبت ہے۔ روح کی نگاہ اس کی نگاہ ہے اور روح کے اشواق اسکا ثبوت ہیں۔ وہ خود ہی محبّ بھی ہے اور محبوب بھی محبت کرنے والے میں بھی وہی نگاہ ہے اورمعشوق میں بھی وہی کارفرما۔''۸

۴۔ مذہبی عقائد/اسلامی روایات کا مدلل بیان:

ادب میں انسان سے متعلق جہاں اور دیگر فلسفوں کا تعلق رہا ہے وہاں مذہب بھی ادب کاایک بڑا حوالہ ہے یہ ایک ایسا حوالہ ہے جو کسی نہ کسی صورت میں فن کار پر اثر انداز رہا ہے اور کہیں نہ کہیں اس پر فن میں ظاہر ہوتا ہے کیونکہ انسان کے بنیادی عقاء کی تشکیل میں مذہب بھرپور کردار ادا کرتا ہے۔

''دشتِ سُوس'' میں جو مذہبی رجحان ملتا ہے اسے خالص مذہبی رجحان تو نہیں کہا جا

سکتا البتہ اس میں مذہب اور اعتقادات کا اثر بخوبی ملتا ہے۔ارکان اسلام میں نماز کا درجہ دوسرا ہے اوراعمال میں پہلا۔ نماز نبوت کے گیارھویں برس اورہجرت سے تقریباً دو سال قبل فرض قرار دی گئی۔ اس کی فرضیت کا حکم شب معراج الامکاں میں محبّ اور محبوب، عبد اور معبود کی ملاقات کے وقت ہوا۔ قرآن میں نماز کی ادائیگی کے لیے باربارحکم ملتا ہے۔'' دشتِ سُوس'' کے چند اقتباسات جن میں جمیلہ ہاشمی نے نماز کی اہمیت کوواضح کیا ہے :

''نماز رسول پاکؐ کو بہت پسندتھی نماز انؐ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی۔'' ۹

اذان، نماز اور خدا لم یزل کی بندگی کے حوالے سے جمیلہ ہاشمی لکھتی ہیں:

''پھرصبح کی اذان کے لیے موذن سیڑھی پر چڑھا، مینار کی انتہائی بلندیوں تک پہنچا اور اس نے لوگوں کونیند سے بیدار کرنے کے لیے انہیں جنت کی بشارت دی۔ انہیں بتایاکہ نماز نیند سے افضل ہے خدا کے سوا کوئی معبودنہیں۔ اس نے گواہی دی کہ وہی آقا ہے اوراس کے سواکوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہی ہر طرف شش جہات سے آئینہ اورآئینوں کے مقابل پر تو بھی ،خود پرتو میں منعکس بھی خود اپنی عظمت پر آپ گواہی دینے والا، کیونکہ اس کی گواہی دینے والابھلاکون ہو سکتا ہے؟ اسے جاننے والا کون ہوسکتا ہے ؟ وہ تخلیق کرنے والاخالق بھی خود اورمخلوق کی جانوں کا امین بھی خود۔ روحوں کو پیدا کرنے والا بھی اورروحوں کے جواب ''الست بربکم'' سننے والا بھی۔''۱۰

روزہ بھی ایک اہم بدنی عبادت ہے۔ یہ دو ہجری میں فرض ہوا یہ ایک ایسی عبادت ہے کہ جس کے اجر کااندازہ صرف خدا بزرگ و برتر ہے۔ ماہ رمضان رحمتوں اور برکتوں والا مہینہ ہے جس کا پہلاعشرہ رحمت،دوسرا مغفرت اور تیسرا جہنم سے نجات کا ہے۔ ناول'' دشتِ سُوس'' میں مصنفہ نے اس کی اہمیت کو بھی واضح طورپر بیان کیا ہے:

''رمضان المبارک کی شب بیداریاں اور عبادات، خانقاہ میں ہجوم عاشقاں اور ذکروفکر کی محفلوں میں شوریدہ سرلوگوں کا حلقہ۔ وہ رونق بھری راتیں جب شقی و سعید سب خدا کے خوف اورخلق کی شرم سے آبادمسجدوں میں قیام کرتے دیوانے اور دیوانے ہوتے۔ سرشاری اور محبت کی راتیں بے خودی اور سرور کی نغمہ صبح گاہی سے ملتا ہوا نالہ نیم شبی۔ سحر کی خبر لاتی ہوئی شبیں اور شب کی سیاہی کوچاک کرتی ہوئی اذانیں۔''۱۱

حج بھی ایک اہم بدنی اور مالی عبادت ہے یہ آٹھ ہجری میں فرض ہوا۔ یہ ہر

صاحب استطاعت عاقل وبالغ مسلمان پرفرض ہے۔

''دشتِ سُوس'' میں اس حوالے سے جمیلہ ہاشمی لکھتی ہیں:

''وہ سب خاص لوگ ہوتے جو سر جھکائے اپنی روحوں کو لبیک کہتے سنتے۔ حاضر جان و دل حاضر روح ایمان حاضر۔ اللہ ہم تیرے حضور حاضر ہونے والے ہیں ۔تیرے لیے تیری خوشنودی کے لیے تیری راہ پر حاضر ہیں۔ جب حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ خانہ کعبہ تعمیر کررہے تھے تو ان کی دعا یہی تھی کہ اس جگہ کو مرکز بنا۔ اے اللہ یہ تیرا گھر ہے اسکی مضبوطی اس کی خوبصورتی صرف تو ہے۔ اے مالک الملک تو ہے۔''۱۲

دعا کو عبادت کا مغز کہا گیا ہے۔ مصنفہ اس سلسلے میں رقم طراز ہیں:

''تمہیں دعاءیں تو یقین ھوگا ؟ اس نے پوچھا۔ پھر حسین نے کہا۔ ہر دکھ اور مصیبت سے صرف دعا ہی بچا سکتی ہے ۔منجم نے مختصراً کہا۔''۱۳

آیت الکرسی میں خدا کو اونگھ نہ آنے کا ذکر ہے جس کا ذکر ناول میں بھی موجود ہے:

''جو جاگتا ہے، اسے نیند آ جاتی ہے۔ کون زندہ جاوید ہے سوائے اس کے جسے نہ نیند ہے اور نہ اونگھ۔''۱۴

اسلام ایک ایسا ضابطہ حیات ہے جو کسی سے دریافت نہیں کرتا کہ وہ کس ملک کا باشندہ ہے اورکس قبیلے سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ کالے رنگ کا ہے یا گورے رنگ کا بلکہ جس کسی نے کلمہ توحید میں پناہ لی وہ ایک قوم ہوگیا۔وہ تمام مسلمانوں کو ایک لڑی میں پرو دیتا ہے اور انھیں زندگی کا سلیقہ سکھا کر دنیا و آخرت میں سرخرو ہونے کا موقع عطا کرتا ہے:

''ایک بہتر نظام حیات جس میں حسن ترتیب کے ساتھ آدمی کے اندر اندھیروں کو روشنی نصیب ہو۔ انسان کی ممکنات، حد ادراک اور خود بارگاہوں تک اس ذرہ خاک کی رسائی یقیناً ایسی منزلیں ہیں جن کا اس سے پہلے کی زندگی میں مجھے تجربہ نہ تھا۔ یہ تکمیل اس سے پہلے میں نے کہیں نہیں دیکھی''۔ منصور نے بات ختم کی۔''۱۵

کائنات کا حضورؐ کے نور سے وجود میں آنا کہ جو حضرت آدمؑ کی پیشانی میں جھلکتا تھا جس کا انکار ابلیس نے کیا اور راندۂ درگاہ ہوا اسلامی عقائد کی اہم جہتیں ہیں کہ جن کا ذکر ناول میں مصنفہ نے کچھ اس طرح کیا ہے:

''وہؐ وجود کائنات تھے۔ عرش سے پہلے اللہ نے انہیں تخلیق کیا۔ اس نور کو اور پھر آفتابوں اورستاروں کو اور دنیا کو اور آخر میں آدمؑ کو اور وہ نورآدمؑ کی پیشانی میں جگمگاتا تھا اورشیطان تھا جس نے انکار کیا تھا۔ اس نے آدمؑ کو سجدہ کرنے سے ا نکار کیا تھا۔ گویا اس نور کو جو اس کی پیشانی میں رکھا گیا تھا وہ پہچان نہیں پایا تھا۔''۱۶

آب زم زم حضرت اسماعیلؑ کا معجزہ ہے یہ آب رواں قیامت تک خشک نہیں ہوگا۔ دشتِ سُوس میں مصنفہ نے اس پاک پانی کی اہمیت کا ذکر یوں کیا ہے:

''اس کی پیاسی روح کو آب زم زم کی طرف پلٹنا تھا جس کی تعریف میں رسول پاکؐ نے فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کے تشنہ کاموں کو اس سے سیراب کرے۔ اس کے پینے سے رنج و تعب زائل ہوجاتا ہے۔ فرحت و راحت پیدا ہوتی ہے۔''۱۷

واقعہ کربلا ۶۱ ہجری میں رونما ہوا۔ اس درد ناک سانحے نے پوری انسانیت کو لرزہ براندام کر دیا۔ حضرت امام حسینؓ نے اپنے ۷۲ ساتھیوں کے ساتھ جام شہادت نوش کرکے دین اسلام کو مقام بلند سے سرفراز کیا۔مصنفہ اس کا ذکر کچھ اس طرح کرتی ہیں:

''حسین ابن علی کی معاونت کے لیے کون پہنچا تھا؟ صحرا کی تندوظالم آندھیاں، پانی جو سامنے تھا، مگر سراب تھا کہ ان پر بند کر دیا گیا تھا اور وہ خلیفہ وقت کا تمغہ امتیاز اپنے سینے پرسجائے پھرتا تھا۔''۱۸

خدا کی وحدانیت کے بارے میں جمیلہ ہاشمی نے حضرت موسیٰؑ کا وہ واقعہ بھی بتایا کہ جب موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے لیے اصرار کیا تھا لیکن وہ رب کے نور کی تاب نہ لاسکے تھے۔وہ لکھتی ہیں:

''حضرت موسیٰؑ نے جب خدا سے مکالمہ بہت کیا تو انہیں دوست کو دیکھنے کی خواہش ہوئی انہوں نے کہا رب ارنی۔ اے میرے رب میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں اورخدا نے کہا تم میرا جلوہ دیکھ نہیں سکو گے۔ موسیٰ پھر بھی بضد رہے۔''۱۹

۵۔ ماحول کے انسانی شخصیت پر اثرات

ناول'' دشتِ سُوس'' کی مصنفہ جمیلہ ہاشمی کے مطابق ماحول انسانی شخصیت کو متاثر کرتا ہے۔ فرد ارد گرد کے ماحول سے غیر ارادی طور پر اثر قبول کرتا ہے بالآخر وہ اثرات اس کی شخصیت کا جزو بن جاتے ہیں۔ اس کے اردگرد کی اشیا اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ

اس پر اپنا نقش چھوڑتی چلی جاتی ہیں ناول میں آگ کے انسانی شخصیت پر اثرات پرمباحث ملتے ہیں:

''تمھیں یہ سن کر حیرت ہوگی کہ میرے دادا مجوسی تھے۔ میری رگوں میں آگ کو پوجنے والی نسلوں کا خون ہے بلکہ میری رگوں میں آگ ہے۔ اس نے ہنس کر بات ختم کی۔''۲۰

جمیلہ آتش پرستی کو آتش عشق سے جوڑتے ہوئے لکھتی ہیں:

''آتش پرستی اس کے خون میں رچی بسی تھی اور یہ آگ وہ نہیں تھی جس کو ہم دیکھتے تھے بلکہ یہ وہ آگ تھی جس کے اندر آتش و آب خاک و باد تھی اور یہ حرارت، حرارت عشق تھی اوراس کی حرکت سے لونکلتی تھی اوروہ عشق حقیقی کی لوتھی۔ حسین نے اپنی ممکنات پر کب غور کیا تھا یہ اس کے اندر کب در آئی تھی یہ لو دیتا ہوا وجود وہ سارے کا سارا آگ کیوں بن گیا تھا۔''۲۱

آگ اچانک بھڑک اٹھتی ہے حسین کی اس کیفیت کا اظہار جمیلہ کچھ یوں کرتی ہیں:

''اس کے دادا نے آگ کی پوجا کی تھی۔ آگ جو دکھائی دیتی ہے، بھکتی ہے، شعلہ بنتی ہے، جلاتی ہے۔ مگر اس کے اندر یہ آتش فروزاں کس کے لیے تھی۔''۲۲

آگ کا جلنا زندگی اور حرارت کوثابت کرتا ہے حسین کی علم وآگاہی کی آگ کا ذکر جمیلہ کچھ یوں کرتی ہیں:

''بھڑکتے ہوئے الاؤ جس کا نشان اس کے ماتھے پر تھا۔ اس نے نشان پر انگلیاں پھیریں، نشان دلربائی جواسے آگ نے عطا کیا تھا، اسے آگ اگلتے ہوئے پہاڑوں کا تصور دلفریب لگتا تھا بہتا ہوا لاوا۔ اسے آگ سے عشق تھا اور اس لیے اپنے اندر جلتی ہوئی ہر جذبے کو بھسم کرتی ہوئی، آتش شوق کوبھی بجھانا نہیں چاہتا تھا۔ کیا کوئی آگ بجھ سکتی ہے۔''۲۳

جمیلہ حسین کی شخصیت پر آگ کے اثرات کے حوالے سے ہی لکھتی ہیں:

''یہ عجلت پسندی اور تیزی جو اس کی طبع میں تھی۔ اس کی سرشت اوراس کے خون میں تھی۔ یہ التہاب جو اس کی ذات کا حصہ تھا۔ یہ وحدت جو اس کی رگوں میں خون کے ساتھ رواں تھی، یہ اس آتش پرستی کی باقیات تھیں جو اس کے آباء کا مذہب تھا۔ شعلے کی طرح بھڑکنا اور الاؤ کی طرح روشن ہونا۔''۲۴

۶۔ انانیت:

جمیلہ ہاشمی نے'' دشتِ سُوس'' میں انانیت کے جذبے کو بھی بخوبی اجاگر کیا ہے۔'' دشتِ سُوس'' کا حسین اس جذبے کو مختلف حوالوں سے اجاگر کرتا نظرآتا ہے ایک جگہ جمیلہ اس کی زبانی کہتی ہیں:

''جب یہ ساری خدائی بنائی گئی اورانسان کو اشراف المخلوقات سمجھا گیا، ابلیس سے اسے سجدہ کروایا گیا تو پھر یہ سب باتیں آدمی سے پرے کہاں ہیں وہ بحث پر اتر آیا۔''**۲۵**

جمیلہ حسین کی انا اور غرور کے حوالے سے جنید بغدادیؒ کی زبانی کہتی ہیں:

''جنید حسین کی طرف دیکھتے رہے۔ اسے اپنے مجاہدے پر ناز اور اپنی طاقت کا غرہ تھا۔ اسے ابھی قرآن وحدیث کی تعلیم مکمل کرنا تھی۔ اپنی ذات و صفات اور اعمال کو دیکھ کرشناخت کرنا تھا۔ اس کی منزل ابھی دور تھی۔ ایک سپاہی کے غرور کے ساتھ جو اپنی مشقوں اورمشقتوں پر نازاں ہو۔ یہ ناز اس کو کہاں سے ملا تھا، وہ کیوں عاجزی کاراستہ اختیار نہیں کرتا تھا۔''**۲۶**

جمیلہ ایک اورجگہ حسین کی انا اور غرور کے حوالے سے لکھتی ہیں:

''میں کس سے مخاطب ہوں۔ حسین نے حرم کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا کوئی بھی کوئی بھی۔ اس سے غرض نہ رکھو مجھے معلوم ہوناچاہیے۔ حسین نے ضد سے سوال کیا۔

سب کیوں جان لینا چاہتے ہو۔ یہ امانت ہے بہت بڑا بوجھ اس کواٹھا نہ سکوگے میری طاقت آزما دیکھو۔ حسین کے اندر سے پھرکسی غرور نے زہریلے ناگ کی طرف پھنکار کر کہا۔''**۲۷**

حسین کے ابو یعقوب اقطع سے ہونے والے مکالمے سے بھی حسین کی انا اورغرور کا پتہ چلتا ہے:

''ابویعقوب اقطع نے کہا: تم حضرت جنید کو کسی طرح اپنی طرف مائل کرو بہرحال وہی تمہارے مرشد کامل ہوسکتے ہیں۔مرشد کے بنا سفر میں ٹھوکرلگتی ہے وہ مرشد میں خود ہوں۔ میں اپنے اندر اور باہرسفر کرنے کی سمتیں جانتا ہوں۔
اس نے اپنے باپ کے روبرو اپنے سسر کو جواب دیا۔
یہ تعلّی ہے غرور۔ اس سے بچو حسین۔ ہادی کے بغیر کوئی کسی منزل پر نہیں پہنچ سکتا۔

منصور نے اسے سرزنش کی۔
منزلیں خود میری طرف سفر کریں گے پدرمحترم! خدا کا ملک تنگ نہیں ہے۔''۲۸
''دشتِ سُوس'' کا حسین ابلیس کی انا وغرور کا بھی قائل نظر آتا ہے۔ جمیلہ لکھتی ہیں:
''میں ابلیس کا پرستار نہیں، اس کی ہمت کا قائل ہوں مگر سزا اگر مقدر میں ہے تو اس کے لیے بھی تیار ہوں۔''۲۹

۷۔ خدا اور بندے کا تعلق

خدا کی اپنے بندے سے محبت لازول اور لافانی ہے وہ اپنے بندے سے ستر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے۔ اس کی غلطیوں اورگناہوں کو معاف کرتا ہے اور اسے تمام مخلوقات سے برتر حیثیت دے کر خلیفہ کے منصب پر فائز کرتا ہے۔ ''دشتِ سُوس'' میں جمیلہ ہاشمی نے خدا اوربندے کے اس لافانی تعلق کویوں بیان کیا ہے:

''باب بنی شیبہ کے سامنے ایک شخص خوبصورت لحن میں روز گاتا ہوا گزرتا چلا جاتا۔
خدا اپنے بندوں کومحبوب رکھتا ہے۔
خدا اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے۔''۳۰

ایک اورجگہ پر وہ حسین کی زبانی اس تعلق کا اظہار کچھ یوں کرتی ہیں:

''حسین نے بہت ہولے کہا۔ آدمی کوشش سے کبھی کسی پر فدا نہیں ہوا۔ آدمی محض اپنی کوشش اورطلب سے خدا سے بھی محبت نہیں کرسکتا۔ ہاں اگر خدا اس پر اپنی رحمت کرے۔ اپنایہ بہت بڑاراز اس پر آشکار کرے اسے اپنی طرف بلائے۔ اس کے جی میں اپنی چاہت جگائے عشق اول در دل معشوق پیدا مے شود۔''۳۱

جمیلہ خدا اور بندے کے ان مٹ تعلق کے حوالے سے یہ بھی بتاتی ہیں کہ اس تعلق کا ادراک انسانی ذہن کے احاطے میں نہیں آسکتا۔

''سراپردہ اسرار سے پرے کیا ہے؟
وہ کون ہے؟
وہ اپنا اور اس کارشتہ کبھی سمجھ سکے گا کہ نہیں؟''۳۲

۸۔ انسانی نفسیات اور فکری پیچیدگیاں:

حسین کے روحانی مسائل اورفکری پیچیدگیاں بعض مواقع پر اس قدر بڑھ جاتی ہیں کہ عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے ایسے میں حسین ایک پراسرار کردار کے طور پر سامنے آتا ہے۔ حسین کا قرآن کا جواب لکھنا ایک انسان کی فہم و فراست سے بالاتر ہے :

''یہ کیا لکھ رہے ہو ؟اقطع نے اس کی طرف دیکھ کرسوال کیا۔قرآن حکیم کا جواب ۔حسین نے سر اٹھائے بنا جواب دیا۔''۳۳

حسین کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر کوئی شخص حج کاارادہ رکھتا ہو لیکن قدرت نہ رکھتا ہو تو اپنے گھر کے مربع کمرے کو پاک صاف کرکے ایام حج میں مناسک ادا کرے۔تیس یتیموں کو کھانا کھلائے اس کے بعد ہاتھ دھو تین یا سات درہم خیرات کرے تو اس کا یہ عمل حج کے برابر ہوگا۔

نصرقشوری کے حج کرنے کے ارادے پرحسین کا عجیب وغریب جواب کہ جس میں خود کا طواف کرنے کا کہنا نیز توحید کے بارے میں حسین کے خیالات بھی اس کے روحانی مسائل اورفکری پیچیدگیوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

''نصرقشوری نے جب اجازت چاہی کہ وہ اس سال امیرحج بنا کر حرم کعبہ جارہا ہے تو حسین نے ہنس کر کہا۔تم میراطواف کرلو۔ سات بارمیرے گرد چکرلگالو''۳۴

دشتِ سُوس کے حسین کی روحانی پیچیدگی کی مثال:

''اگرمیں خلق ہو کرمیں کہوں اور وہ بھی میں کہے تو یہ میری توحید ہوئی وہ میری توحید اور مجھ سے منزہ ہے۔اگرتوحید اس کی طرف لوٹ جاتی ہے میں کہتا ہوں اسے واحد کی طرف لوٹنا ہے۔''۳۵

دشتِ سُوس کا حسین بن منصور ناول میں کئی معاشرتی مسائل اور فکری پیچیدگیوں کا شکار نظر آتا ہے۔

حسین بن منصور حلاج اپنے مراقبات، گوشہ نشینی، عبادات میں خشوع و خضوع،

دوسرو ں کی حا جت روا ئی کے سلسلے میں مستعد ی اور خلوص،نفس کشی اور مجاہدا ت کی بد ولت اپنے سما ج کے دیگر انسا نو ں کے مقا بلے میں انتہا ئی بر تر حیثیت پر فا ئزہو چکا تھا۔وہ خود سے بیگا نہ ہو کر ایسے کلما ت ادا کر تا تھا کہ جو عو ام کی سو چ و فکر سے ماورا تھی۔ وہ ان فکر ی مسا ئل کی وجہ سے معا شر ے کے لیے نا قا بل قبو ل صو فی اور با غی فلسفی بن چکا تھا:

''جب تم مجھے دیکھتے ہو تو گو یا اُ سے دیکھتے ہو''۔**۳۶**

''ابلیس اورمحمد ﷺ کے سوا اور کسی کا خا ص مقا م نہیں''۔**۳۷**

حسین تلاش حق کے ساتھ ساتھ تلاش خود کے فلسفے کا بھی پرچار کرتا نظر آتا ہے وہ اپنی ذات کے نہاں خانوں میں جھانک کر کائنات کے رازوں سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے حق سے مدد کاطلب گار بھی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان جس قدر غوروفکر کرلے گوہر مراد اس وقت تک ہاتھ نہیں آ سکتا جب تک کہ اس میں قدرت کی منشا اور رضا شامل نہ ہو۔ یہ خالصتاً حق کے سامنے اپنے آپ کو ایک عاجز اور حقیر شخص بنا کر پیش کرنا ہے۔حسین کے نزدیک یہ توفیق اور عطا ہے کہ ایک عام انسان اس ذات برحق کا شعور حاصل کرلے یوں حسین کے نزدیک خودسپردگی اورحق کے سامنے سر تسلیم خم کرکے ہی اس کے لطف و کرم سے فیض یاب ہوا جاسکتا ہے۔حسین کو اس با ت کا ادرا ک نہیں ہو سکا تھا کہ جو تو فیق اور عطا اُسے نصیب ہو ئی تھی وہ کسی عا م انسا ن کا خا صہ نہیں ہو سکتی۔ رو حا نیت کے اس سفر میں اس جیسے چنیدہ شخص کے ذ ہن میں جو سوالات ابھرتے تھے ان تک رسا ئی عا م انسان کے لیےمشکل ہی نہیں نا ممکن ہے:

> ''مگروہ خود کون ہے؟ اسے خود سے بہت خوف آیا۔ وہ کیاتھا؟ پہلے اسے اس کی تلاش تھی اور اب وہ اپنی ہی تلاش میں تھا۔ اگر میں وہ ہوں کیا۔ کیا؟ سفاکی سوالوں سے بچنے کے لیے وہ نوافل میں مشغول ہوگیا تھا۔ اے راز کائنات مجھ پر عیاں ہو۔ اے حقیقت مجھ پر آشکارہو۔ سچ کیا ہے ظاہر اور باطن؟ حسین نے اپنے نفس سے کہا ابھی ٹھہر،عجلت کی اجازت نہیں۔ سوال اوروقت کا انتظار کھینچ۔''**۳۸**

دشتِ سُو س کا حسین بن منصور حلاج نا ول میں کئی معا شرتی مسا ئل اور فکر ی

پیچیدگیوں کا شکار نظر آتا ہے شاید ایسے صوفی کے لیے ہی کہا گیا ہے کہ بھلے وہ روحانیت کی عظیم ترین سطح پر فائز کیوں نہ ہو معاشرتی حوالوں سے کئی مسائل کا شکار ہو جاتا ہے۔

حوالہ جات

١۔ جمیلہ ہاشمی، "دشتِ سُوس: حسین بن منصور حلاج۔ ایک غنائیہ"(لاہور؛ سنگ میل پبلی کیشنز:؛٢٠١٠) ص ١٩٤

٢۔ ایضاً: ص٩٤

٣۔ ایضاً: ص١٨٩

٤۔ ایضاً: ص٤٦

٥۔ نعیم مظہر، ڈاکٹر/فوزیہ اسلم، ڈاکٹر،"اردو ناول؛ تفہیم و تنقید"(اسلام آباد، ادارہ فروغ قومی زبان۔مقتدرہ،٢٠١٢ء) ص٤٥

٦۔ صلاح الدین درویش، ڈاکٹر :" انسان دوستی : نظریہ اور تحریک"،(اسلام آباد، پورب اکادمی،٢٠٠٧ء) ص ١٠٢

٧۔ جمیلہ ہاشمی، "دشتِ سُوس: حسین بن منصور حلاج۔ ایک غنائیہ" ص٣١٣

٨۔ ایضاً: ص٣٤٢

٩۔ ایضاً: ص١٩٨

١٠۔ ایضاً: ص١٨

١١۔ ایضاً: ص١٦٥

١٢۔ ایضاً: ص١٨٨

١٣۔ ایضاً: ص١٢٧

١٤۔ ایضاً: ص١١٤

١٥۔ ایضاً: ص٢٣٩

١٦۔ ایضاً: ص١٥٧

١٧۔ ایضاً: ص٢٢٨

١٨۔ ایضاً: ص٩٥

١٩۔ ایضاً: ص١٥٥

۲۰۔ ایضاً
۲۱۔ ایضاً: ص۱۵۰
۲۲۔ ایضاً: ص۷۴
۲۳۔ ایضاً: ص۱۱۹
۲۴۔ ایضاً: ص۳۱۰
۲۵۔ ایضاً: ص۱۷۶
۲۶۔ ایضاً: ص۱۷۷
۲۷۔ ایضاً: ص۲۳۰
۲۸۔ ایضاً: ص۲۴۲
۲۹۔ ایضاً: ص۳۸۹
۳۰۔ ایضاً: ص۱۹۳
۳۱۔ ایضاً: ص۱۱۷
۳۲۔ ایضاً: ص۲۵۴
۳۳۔ ایضاً: ص۳۲۵
۳۴۔ ایضاً: ص۔۳۹۲۔۳۹۳
۳۵۔ ایضاً: ص۳۹۳
۳۶۔ ایضاً: ص ۳۶۹
۳۷۔ ایضاً: ص ۳۷۸
۳۸۔ ایضاً: ص ۹۴